عمرو عیار: عیاری اور چکمہ بازی میں ماہر کردار کا حقیقت میں بھی کوئی وجود تھا؟

وقار مصطفیٰ

عمرو عیار کا نام سنتے ہی یقیناً آپ کے ذہن میں بھی ان چھوٹے کتابچوں کا خیال آتا ہوگا جو آپ بچپن میں ایک ہی نشست میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ نجم الدین احمد فاضلی کتاب ’اردو زبان اور فنِ داستان گوئی‘ میں عمرو عیار کو پچھلا پیکر کے طور پر ’ان کی عجیب و غریب صورت، ان کی بُخالت (تجوّی) اور قطع (لائچ)، ان کا امیر حمزہ اور ان کے فرزندوں سے عشق، ان کا ٹین داؤدی، ان کی حیرت انگیز پرواز، یہ سب چیزیں ہمیں ان ہی کی ذات سے وابستہ ہیں۔‘ لیکن پھر تیزی سے ڈیجیٹل دنیا میں قارئین اور عمرو عیاری کہانیوں کے درمیان تعلق ٹوٹا تھا یا نہ کہا۔

چند برس قبل جب ٹوئٹر ابھی ایکس نہیں ہوا تھا کہ سماجی رابطے کے اس پلیٹ فارم پر پاکستان کی پہلی سائنس گلشن فلم کی آمد کا اعلان ہوا، نام بتایا گیا ’عمرو عیار: اے نیو بیگنگ۔ فلم کی ایگزیکٹو پروڈیوسر بنا جمیل بارے 13 جون کو پریمئر سے پہلے فلم کے تصور پر بات ہوئی تو ان کا کہنا تھا: ’ایسے کرداروں پر فلم بنانا ہمارا مقصد تھا جو ہمارے بچپن میں ہمیں سحور رکھتے تھے، مثلاً عمرو عیار، ریالی مِڈ مو ویز میں اسی کردار کی خصوصیات کو استعمال کر کے کردار نگاری کی گئی ہوتی ہے۔ ہم یہ چاہتے تھے کہ ہمارے علاقائی کردار متعارف ہوں، ہماری اپنی کہانی کا نئی نسل کو پتا چلے۔‘ لیکن وی ایف ایکس یعنی بصری اثرات کی حال اس پاکستانی فلم کے عمرو عیار، داستان امیر حمزہ کے ذہیل الصائے کردار سے کس قدر مماثلت رکھتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں ہمائی چنتے ہوئے تجزیہ نگر کہ یہ تو عبدالاعلیٰ پر ملیز ہونے والی فلم دیکھ کر ہی پتا چلانا بہتر ہے۔ فلم دیکھ کر اس کے کردار سے متوازنے سے پہلے، ہم جان لیتے ہیں کہ داستان امیر حمزہ کا یہ اصل کردار کیا تھا۔ یہی معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اور خامیاں کیا تھیں اور نیکی اور بدی کی قوتوں کے مابین ہمہ وقت چلتی کشمکش پر مشتمل اس داستان میں اس کی اہمیت کیا تھی۔

داستان میں زندگی قید و بند سے آزاد ہے: نقاد نجم الدین احمد کے مطابق اردو میں داستان گوئی کی معراج ’داستان امیر حمزہ‘ ہے۔ خصوصاً اس کے ایک جزء طلسم ہوش ربا میں داستان امیر حمزہ اپنے اوج کمال پر ہے۔ ’طلسم ہوشربا مافوق الفطرت عناصر، ساحرانہ مالات، دیوزاد، پرکوہ سے رداروں پر مشتمل قصہ در قصہ رواں ہے۔ ہر قصے کے اختتام پر نیا قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ داستان محض داستان نہیں ملی ✻ جیسوں صدی سے اوائل تک ہندوایرانی تہذیب سے آخری نشانا ت ہی ع ✻ اس بھی ہے۔ یہاں زندگی قید و بند سے آزاد ہے۔ زندگی خطرناک ہے اور اس لیے دلچسپ ہے۔

ادیب اور مترجم شرف علی فاروقی اپنے طور سے ایک مکمل داستان، طلسمِ ہوشربا کو نئے انداز میں چھاپ رہے ہیں۔ ایک جلد چھپ چکی، باقی کا اہتمام ہو رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عمرو عیار ایک ہمہ جہت کردار ہے، جتنی زیادہ ہم داستان پڑھتے جاتے ہیں اتنے زیادہ جو ہر ہم پر کھلتے جاتے ہیں۔ ’جب ہم بچے تھے تو ہمیں عمرو عیاری کے کردار سے دلچسپی تھی۔ (ہیرو) امیر حمزہ تو بس سرسری طور پر آتے جاتے تھے۔ اگر یہ کردار نہ ہوتا تو بہت پھیکی اور بے رنگ ہوتی داستان۔‘

عیار کیا حقیقت میں بھی تھے؟: تاریخ اسلام کے ابتدائی صدیوں میں شام، عراق اور ایران میں عیاروں نے ایک باقاعدہ اور منظم موثر اور فعال ادارے کی حیثیت سے خاصا نمایاں کام کیا اور سیاسی کردار ادا کیا۔ اختر مسعود رضوی مقدمہ طلسم ہوش ربا میں لکھتے ہیں کہ عیاروں کی جماعت سیاسی انتشار، مالی بدحالی اور سماجی ناانصافیوں کے ردِعمل کے طور پر خود بخود وجود میں آئی تھی۔ ان کا ایک کھلا نظریہ تھا کہ اگر مظلوموں کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیا گیا تو وہ چھین لیں گے۔ چنانچہ عیار امیروں کے خزانوں پر ڈاکہ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

لیکن یہ عام راہزن نہیں تھے: رضوی کی تحقیق ہے کہ ان کا اپنا ایک الگ آئین اخلاق تھا، قواعد وضوابط، اصول وقوانین تھے جن پر یہ سختی سے عمل کرتے تھے۔ یوں عوام نہ صرف ان کو برداشت کرتے تھے بلکہ ان کی آؤ بھگت اور دل سے قدر کرتے تھے۔ ’بدامنی میں قرم کے بدلے اہل قافلہ کو حفاظت منزل تک پہنچاتے لیکن گرفتار قافلہ والے بدعہدی کر کے تو عیار رنقتد بھی کرتے۔ بعض عیار اسی طرح ہزاروں اور گھروں کا ذمہ لے لیتے جس کے عوض ان کو ضرورت بھر قرض مل جاتی۔‘ رضوی کے مطابق عمرو شمل ان کی فطرت ثانیہ تھا۔ ’اسی وجہ سے خطنہ دے دل و دماغ سے نادک صورت حال سے بچ نکلنے کی تدبیر اور اقدامات کر سکتے تھے۔ دشمن کے ایک قسام نامی عیار ترقی کرتے کرتے حاکم شہر بن گئے تھے۔ ’نیفہ‘ معمولی دلاور، شجاع اور بند رہوتے تھے۔ ساتھ ساتھ خوفناک سپہ گری اور اسلحہ کے استعمال پر غیر معمولی قدرت رکھتے۔ باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل کی زندہ مثالیں تھے۔ ’نرم عیاری بڑی تیزی سے عام ہوئی اور اس نے پورے عراق و ایران کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ رضوی کہتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں امین و مامون رشید کے درمیان جنگ ہوئی۔ اس میں عیاروں نے امین کی طرف سے حصہ لیا اور سخت بے سروسامانی کے باوجود داد شجاعت دی۔ یہ پہلا موقع تھا جب عیاروں نے کسی بڑی سیاسی جدوجہد میں اجتماعی طور پر اتنا نمایاں حصہ لیا۔ امین کی طرف سے لڑنے والے عیاروں کی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی اور یہ سارے عیار بغداد سے تعلق رکھتے تھے۔ ’مشرقی ایران میں سیستان کے صوبے میں غربت کے باعث رسم عیاری کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ’عیاروں کی تعداد اس حد تک بڑھ گئی کہ سیستان اور عیار مترادف الفاظ کے طور پر استعمال ہونے لگے۔‘

’**عیار بہت منظم تھے:** رضوی نے لکھا ہے کہ ہر دس عیاروں کے گروہ کا ایک سرپرست ہوتا تھا جس کو ’عریف‘ کہتے تھے۔ دس عریفوں کا افسر ’نقیب‘ کہلاتا اور دس نقیبوں کا سردار نقائد۔ دس قائد ایک ’امیر‘ کے تابع ہوتے۔ ان گروہوں کے افراد کو مختلف لگوں کے رمالوں سے پہچانا جاتا تھا۔ یہ رمال عیار اپنی کردن میں پہنے رہتے۔‘ تاریخ کے عظیم ترین عیار، یعقوب لیث صفاری قرار پاتے۔ یہ سیستان کے رہنے والے تھے اور مسلم ایران کے پہلے فرماں روا اور فاتح تھے۔ عہد غزنوی کے شاعر فرخی سیستانی بھی عیار تھے۔ ’انسائکلو پیڈیا برٹینیکا کے مطابق یعقوب بن لیث الصفار (پیدائش 840 ۔ وفات 879) صفاری سلطنت کے بانی تھے، جنھوں نے گناہی سے اٹھ کر موجودہ ایران کے ساتھ ساتھ افغانستان اور پاکستان کے بیشتر حصوں پر حکمرانی کی۔ ایک موقع پر وہ بغداد پر قبضہ کرنے کے قریب پہنچ گئے تھے جو عباسی خلافت کا صدر مقام تھا۔ ’تاہم یہ کام کی تربیت، جوان کے نام میں صفار کے اضافے کی وجہ بنی، کے بعد یعقوب ایک ڈاکو بن گئے اور ایک آزاد فوج کو جمع کیا۔ موجودہ افغانستان کے غیر مسلم علاقوں کو فتح کر کے خلیفہ سے عزت پائی۔ اس کے بعد انھوں نے ایک آزاد حکمران کے طور پر کام کرنا شروع کیا، بغداد سمیت تمام ایران میں، خراسان سے طاہری خاندان کو ذلیل اور بے کار کیا۔ اس کے بعد یعقوب نے خوراک پیدا کرنے والے ایرانی صوبوں فارس اور اہواز پر قبضہ کر لیا۔ سنہ 878 میں بغداد کی جانب پیش قدمی کی لیکن دیر العقول میں خلیفہ المعتمد کی افواج کے ہاتھوں شکست ہوئی۔

’یعقوب ایرانی تاریخ کے ایک مقبول لوک ہیرو بنے۔ دو صدیوں تک عربی رائج رہنے کے بعد ان کے دربار میں فارسی زبان کا احیا ہوا۔ یعقوب کے بعد صفاری عیاروں کی حکومت کسی نہ کسی شکل میں جاری رہی یہاں تک کہ تاریخ دان سی ای بوسورتھ کے مطابق سنہ 1002 میں غزنی کے محمود نے سیستان پر حملہ کیا اور خلف اول کا تختہ الٹ کر صفاری حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن انسائکلو پیڈیا کی تحقیق ہے کہ سیاہی، غزنوی اور منگول فتوحات کے باوجود صفاریوں نے کم از کم سلوہیں صدی تک وقفے وقفے سے سیستان میں اپنی پوزیشن برقرار رکھی۔ اختر رضوی کہتے ہیں کہ ’عیار مرکھپ گئے، ان کا نام و نشان بھی مٹ گیا لیکن ایک افسانوی کردار عمرو عیار کے روپ میں رسم عیاری کو لازوال بنا دیا گیا۔‘

محکمہ عیاری کا بانی عمرو عیار: نجم الدین احمد اپنی کتاب ’اردو زبان اور فن داستان گوئی‘ میں لکھتے ہیں کہ ’محکمہ عیاری کے بانی اور سردار خواجہ عمرو ہیں۔ ’عموماً ان عیاروں (اور عیارنیوں) کی عیاری پر ہم ہنستے ہیں۔ اگر عمرو عیار نہ ہوتے تو یقیناً (داستان کے ہیرو) امیر حمزہ کی شاندار ملک گیری معلوم!‘ ’عیرو عیار اور ان کے شاگرد جن دشمنوں کے خفیہ حربوں کا پتا لگاتے ہیں، انھیں برباد کرتے ہیں یا انھیں دشمنوں پر پلٹ دیتے ہیں۔ ’عیارا یسے روپ بھر سکتے ہیں جن کا تصور بھی مشکل ہے لیکن سب سے ممتاز حستی خواجہ عمرو کی ہے۔‘ ریزی سے عمرو عیار کی شخصیت کے مختلف پہلو دیکھے ہیں۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ’نوشیرواں نامہ کے بقول عمرو کی ماں سیزمی سے گرتی ہے اور زچگی کے دوران میں ان کی موت ہو جاتی ہے۔ باپ کا نام امیصمری ہے۔ خواجہ عبدالمطلب ان کا نام اور سارے القاب رکھتے ہیں۔‘ ’شروع ہی سے فرمیبی اور مکار ہیں۔ مختلف زبانیں جانتے ہیں۔ انتہائی بخوس ہیں۔ خود پر چنتے ہیں کہ شکل کیا ہے ڈھنگی ہے۔ اپنی بہن کی مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ اردو (لشکر) حمزہ کے قبہ خانے کے منتظم ہیں۔ ’داستان کو کا بیان ہے کہ ساری غریب دبی، چکمہ بازی اور شعبدہ بازی کے باوجود عمرو کا دل بہت پاک صاف ہے۔ ’بردہ فروش ہونے کا ڈھونگ رچاتے ہیں لیکن اس قدر وطنی انگیزی کے ساتھ کہ گمان ہوتا ہے وہ سچ مچ کے بردہ فروش ہیں۔ دشمن انھیں جسمانی اذیت دے کر گالی پر مجبور کرتے ہیں۔ گانے کے ساتھ بتانے کے بھی ماہر ہیں۔ ’کئی عشق اور کئی شادیاں ہیں۔ کوئی دزرزادی ہے، کوئی ساحرہ اور کوئی عیاری۔

مشن الرحمٰن فاروقی کے مطابق ’آئین جنگ یہ ہے کہ عمرو عیار گیم (کمبل) اوڑھ کر کسی کو قتل نہیں کر سکتے۔ جنگ کرنے کے لیے سوار ہونا نہیں چاہ سکتے لیکن عیاری کرنے کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں۔ جب گرفتار ہو جاتے ہیں تو زنجیل ان کے پاس سے غائب ہو جاتی ہے۔‘ بزرگوں کے معجزانہ تحفوں کو صرف تحفظ جان کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ عیاروں کا کام فریب سے قتل کرنا ہے لیکن جب فریق مخالف بے ہوش ہو تو اسے قتل نہیں کر سکتے۔‘

عمرو کی موت: فاروقی لکھتے ہیں کہ ’عمرو کو بشارت ہے کہ جب تک تین ہار اپنی موت کے داعد نہ بالکیں گے انھیں موت نہیں آ گے گی۔‘ عمرو اپنی موت کے لیے دعا ہار دعا کرتے ہیں، دوسری بار جب ڈاکوؤں پر قابو پا جاتے ہیں اور انھیں کنوئیں میں ڈال دیتے ہیں۔ خواجہ بزرجمہر کے بیٹے (اب وہ شاہ عمرو ہیں) بیگھگی کرتے ہیں کہ اب عمرو کی موت نزدیک ہے۔‘ ’عمرو جہاں جہاں جاتے ہیں ہمیں دیکھتے ہیں کہ قبر کھودی جا رہی ہے اور جب وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی قبر ہے تو جواب ملتا ہے کہ یہ قبر عمرو کے لیے کھودی جا رہی ہے۔ عمرو ہر جگہ سے بھاگتے پھرتے ہیں یہاں تک کہ روم پہنچتے ہیں۔‘ ایک قبر تازہ کھدی ہوئی تازہ ہے۔ اس میں قیمتی لعل پڑا ہوا ہے۔ لعل کے لالچ میں عمرو قبر میں اتر جاتے ہیں اور قبر خود بخود بند ہو جاتی ہے۔ ’مابر لسانیاتے، نقاد اور مورخ سہیل بخاری کہتے ہیں کہ عمرو عیار ہماری ہی کمزوریوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ’بزدلی، لالچ، تنگ دلی، لاف زنی، چوری، شاطری، فریب کاری، شرارت ان میں سب کچھ ہے لیکن وہ مجسم کمزوری بھی نہیں ورنہ نہیں ان سے کوئی دلچسپی نہ رہتی۔ وہ صرف ایک انسان ہیں جو خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہے۔‘ بلکہ ہم میں سے ایک ہیں، اسی لیے سب کو عزیز ہیں۔ ●●

جوہری صنعت کے ریاضی دان جنھوں نے بارش سے متاثرہ کرکٹ میچوں کو ہمیشہ کے لیے بدل دیا

پال برنل

بارش سے متاثرہ کرکٹ میچوں کو نتیجہ خیز بنانے والے ریاضی دان فرینک ڈک وتھ 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں۔ برطانیہ کے علاقے لیسٹم میں پیدا ہونے والے فریک ’ڈک وتھ‘ کیریئر کے دوران ایک وجہ سے مشہور ہیں جو اس وقت لاگو ہوتا ہے کہ جب صحد دہ اوورز کے میچوں میں بارش کی وجہ سے کھیل متاثر ہو۔ انھوں نے یہ نظام اپنے ساتھی نوفی لیوس کے ساتھ مل کر بنایا تھا۔

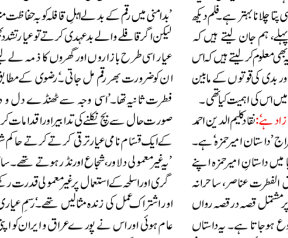

ڈک وتھ کی موت کی خبر دیتے ہوئے ان کے ساتھی ریاضی دان راب ایسٹوے نے کہا کہ ڈک وتھ دوستانہ شخصیت کے حامل تھے۔ اگرچہ کرکٹ کے شائقین اکثر اس سسٹم پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں مگر ڈک وتھ کو یہ نظام دو مہینے پہلے فخر تھا۔ ایسٹوے کا کہنا ہے کہ ’کئی لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھیں یہ سمجھ نہیں آتا یا پسند نہیں، لیکن اندری اندر انھیں معلوم ہے کہ یہ بہترین حل ہے۔‘ ڈک وتھ نے یونیورسٹی آف لیڈز پول سے گریجویشن کی اور پوری زندگی جوہری صنعت میں کام کیا۔ وہ ایک میٹالرجسٹ تھے مگر انھیں احساس ہوا کہ ان میں اعداد و شمار کے ذریعے مدد گار معلومات حاصل کرنے کی صلاحیت ہے۔ لہٰذا انھوں نے شماریات پڑھنے کے بعد 1974 میں رائل سٹیٹسٹیکل سوسائٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔

1992 میں ایک کانفرنس کے دوران انھوں نے ایک مختصر مقالہ پیش کیا کہ بارش کی نذر ہونے والے دن ڈے میچوں کو نتیجہ خیز بنانے کا فارمولا پیش کیا۔ یوں وہ ایک دہائی میں ریاضی دان لیوس سے طے منتھوں نے تجویز دی کہ مجوذہ فارمولے کی بنیاد پر دن ڈے میچوں کے سکور کارڈز کا جائزہ لیا جائے۔ سنہ 1992 کے دوران اس فارمولے کی تیاری کے قبل انگلینڈ اور جنوبی افریقہ کے درمیان ورلڈ کپ کا سیمی فائنل کھیلا گیا تھا۔ جنوبی افریقہ کو 13 گیندوں پر 22 رنز درکار تھے کہ بارش کے باعث کھیل رُک گیا۔ کھیل دوبارہ شروع ہوا تو پروٹا کو اور لڑکی کی بنیاد پر کیے گئے ایک نئے کتاب کے جنوبی افریقہ کو ایک گیند پر 22 رنز کا ممکن ہدف دے دیا۔ پرانے نظام میں ہدف کا تعاقب کرنے والی ٹیم کو بارش کی صورت میں کم فائدہ ہوتا تھا۔ 2007 میں ڈک وتھ نے یاد کیا تھا کہ اس وقت کمنٹیٹر کرسٹوفر مارٹن جنکنز نے ریڈیو پر کہا تھا کہ شاید دنیا میں کوئی، کہیں سے بھی ہوتا تو اس سے بہتر حل دے سکتا تھا۔ اس پر ڈک وتھ کا احساس ہوا کہ ریاضی کے اس مسئلے کا حل ریاضی سے ہی نکل سکتا ہے۔ ڈک وتھ لیوس متعلقہ کو پہلی بار 1997 میں ملائیشیا میں آئی سی سی ٹرافی کے دوران استعمال کیا گیا اور پھر اسے نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، انڈیا اور ویسٹ انڈیز میں لاگو کیا گیا۔ انٹرنیشنل کرکٹ کونسل (آئی سی سی) نے اسے انگلینڈ میں 1999 کے ورلڈ کپ میں اپنایا اور کچھ سال بعد اسے مستقل حل بنا لیا گیا۔ اب اسے ڈک وتھ لیوس سٹرن متعلقہ کہا جاتا ہے کیونکہ آسٹریلیا کے ریاضی دان پروفیسر سٹیون سٹرن نے اسے 2014 کے بعد جدید دور کے تقاضوں اور ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کی روشنی میں ایپ ڈیٹ کیا۔

رواں ای ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے دوران افغانستان اور بنگلہ دیش کے درمیان بارش سے متاثرہ میچ کے دوران اسی نظام کو استعمال کیا گیا ہے۔

ڈک وتھ کو اپنی خدمات پر یونیورسٹی آف ہیتڈ نے 2015 میں ڈاکٹریٹ کے اعزاز سے نوازا۔ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ جوہری صنعت کے لیے اتنے ہی اہم تھے جتنے وہ کرکٹ کے لیے ثابت ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا گیا کہ انھیں شماریات کی اہمیت کا اندازہ تھا۔ انھوں نے اس سے نہ صرف فی ایکسٹرز کو محفوظ بنایا بلکہ عوام کو بھی باور کرایا کہ ری ایکسٹرز محفوظ ہیں۔ ’اس وقت لیجارٹیوں میں شماریات کام نہیں کرتے تھے تو وہ خود اس کے باہر بن گئے۔‘ پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں اور دوسروں کو شماریات کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔ اس کے بعد انھوں نے جو کچھ کیا وہ اسی خیال کے گرد ہے۔ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ’انھوں نے ’کرکٹ کی انتظامیہ کو رضامند کیا کہ شماریات سے مدد لی سکتی ہے۔‘ ایسٹوے کا کہنا ہے کہ شماریات کے علاوہ وہ ایک مزاحیہ شخصیت تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ’جب 2020 میں ٹوئی لیوس کی موت ہوئی تو انھوں نے فون کر کے مجھے بتایا کہ لوگوں کو لگتا ہے کہ وہ پہلے سے مر چکے تھے۔‘ ’لیوس ایک سنجیدہ شخص تھے اور فرینک بہت مزاحیہ تھے۔‘ ●●

پاؤں کے انگوٹھے کے جوڑ کی خرابی یا ہڈی کا بڑھنا

لیاقت علی جتوئی

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ جہاں بالوں میں سفیدی، چہرے پر جھریاں اور دیگر تبدیلیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں، وہیں بچھلوؤں کے پاؤں کے انگوٹھے کی ہڈی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے، جسے ٹکنا یا گوکھرو کہا جاتا ہے جبکہ انگریزی زبان میں اسے Bunion کہتے ہیں۔ مرد و خواتین دونوں میں ہی خاص طور پر 65 سال کی عمر کے بعد یہ کافی عام ہے۔ اندازے بتاتے ہیں کہ 65 سال تک کی عمر کے چار میں سے ایک اور 65 سال سے زیادہ عمر کے تین میں سے ایک شخص کو یہ طبی مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ یہ بچوں میں بھی ہو سکتا ہے، خاص طور پر 10 سے 15 سال کی عمر کی لڑکیوں میں۔ اچھی خبر یہ ہے کہ پاؤں کے انگوٹھے کی ہڈی بڑھنے کا علاج اکثر بغیر سرجری کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ پھٹھن صورتوں میں یہ زیادہ شدید مسائل کا باعث بن سکتی ہے، جس کے لیے جارحانہ نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ٹکنا اور گاؤٹ میں فرق: دراصل ٹکنا (Bunion) ہڈیوں کی خرابی یا ابھار ہے، جو پاؤں کی ایک جانب انگوٹھے کے جوڑ پر سامنے آتا ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب پیر کا انگوٹھا ساتھ والی انگلی کے خلاف اپنے آپ کو دھکیلتا ہے، جس کی وجہ سے انگوٹھے کا جوڑ وقت کے ساتھ ساتھ دوسری انگلیوں سے دور باہر کی طرف ہو جاتا ہے۔ چونکہ پاؤں کے جوڑ ہمارے جسم کا بہت زیادہ وزن اٹھاتے ہیں خواہ وہ کھڑے ہوں، چل رہے ہوں یا دوڑ رہے ہوں، ایسے میں پاؤں کے انگوٹھے کی بڑھی ہوئی ہڈی بہت تکلیف دہ ہو سکتی ہے۔ اس میں جا تو ہر وقت تکلیف رہتی ہے یا پھر وقفے وقفے سے، خاص طور پر گھٹنوں کی سرگرمی کے بعد جب پیروں پر دباؤ پڑتا ہے۔ درد کے علاوہ، پاؤں کے انگوٹھے کے جوڑ کی خرابی سبب بن سکتی ہے:

اکڑن، ابالی اور سوجن، جلد کا سخت ہونا (جہاں انگوٹھا اور ساتھ والی انگلی رگڑ کھاتے ہیں یا انگوٹھے کے جوڑ کی نچلی جانب)، انگوٹھے کی صحد و حرکت (خاص طور پر اگر اس میں گٹھیا ہے)، دوسری جانب گاؤٹ (Gout) اس وقت ہوتا ہے جب خون میں یورک ایسڈ کی زیادتی کی وجہ سے جوڑوں اور ٹشوز میں یورک ایسڈ کے کرسٹل بن جاتے ہیں۔ گاؤٹ، پاؤں کے انگوٹھے کے جوڑ سے شروع ہوتا ہے جسے غذائی تبدیلیوں سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

کیا چیز خطرے میں ڈالتی ہے؟: تحقیق سے اب تک یہ حتمی طور پر ثابت نہیں ہو سکا کہ بعض افراد کے انگوٹھے کے جوڑ میں خرابی کیوں پیدا ہو جاتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی، لیکن بہت سے عوامل ہیں جو خطرے کو بڑھا سکتے ہیں۔ ان میں شامل ہیں:

پاؤں کی ساخت: پاؤں کے انگوٹھے کے جوڑ میں خرابی موروثی بھی ہو سکتی ہے۔ کچھ لوگوں کو پاؤں کی شکلیں اور میکانکس وراثت میں ملتے ہیں (جیسے کہ ڈھیلے جوڑ اور جوڑنے والے ٹشوز، چپٹے پاؤں اور کم خم) جو ٹکنا کا خطرہ بڑھا سکتے ہیں۔ خاص طور پر پنڈلی کے سخت پٹھوں والے لوگ بھی زیادہ خطرے میں ہوتے ہیں۔

بعض بیماریاں، دائمی حالات اور چوٹیں: سوزش والی دائمی بیماریاں جو جوڑوں کو متاثر کرتی ہیں (جیسے کہ ریومائٹ آرتھرائٹس اور اوسٹیو ارتھرائٹس)، ٹکنا کے خطرے کو بڑھا سکتی ہیں جبکہ اعصابی عوارض (جیسے کہ پولیو یا عضلاتی ڈسٹروفی) جن میں وہ مسائل شامل ہوتے ہیں کہ کس طرح اعصاب پٹھوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، پاؤں کی چوٹیں بھی اس خطرے کو بڑھا سکتی ہیں۔

حمل: حمل سے وابستہ ہارمونل تبدیلیاں ہڈیوں کو جوڑنے والی ٹشوز (ligaments) کو ڈھیلا اور پیروں کو چوڑا کر دیتی ہیں، جس سے پاؤں کے انگوٹھے کے جوڑ میں خرابی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

آپ کا پیشہ: ایسی نوکری کرنا جس کے لیے آپ کو سارا دن اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے یا جس سے پیروں پر اضافی دباؤ پڑتا ہے (جیسے کہ اسٹاور نرس یا سیلز مین وغیرہ)، اس سے انگوٹھا کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

جوتے/چپل: تحقیق نے اس سوچ کو تبدیل کر دیا ہے کہ آپ جس قسم کے جوتے پہنتے ہیں اس سے پیروں کے انگوٹھے کے جوڑ میں خرابی پیدا ہوتی ہے (اگر درد نگر خطرے کا باعث نہیں ہیں)، لیکن ماہرین اب بھی کہتے ہیں کہ جوتوں کے انتخاب سے ٹکنا کی نشوونما یا خراب ہونے کی رفتار تیز ہو سکتی ہے۔ اونچی ایڑیوں والی سینڈلز یا جوتے (یعنی کہ وہ انگوٹھے اور انگلیوں پر اضافی دباؤ ڈالتے ہیں) اور آگے سے تنگ یا نوکیلے انداز والے جوتے پہننا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ عوامل آپ کے خطرے کو بڑھانے کے لیے مجموعی طور پر کام کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، صرف اس وجہ سے کہ آپ اپنی ملازمت میں سارا دن اپنے پیروں پر کھڑے رہتے ہیں، اس کا لازمی مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کو پیروں کا یہ مسئلہ درپیش آ گے گا۔ گورجن کے پاؤں چپٹے ہیں، وہ تنگ جوتے پہنتے ہیں، اور پاؤں میں گٹھیا ہے تو ان کے پاؤں کے انگوٹھے کے جوڑ میں خرابی پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

مسئلہ کب بنتا ہے؟: اگر پاؤں کے انگوٹھے کے جوڑ میں خرابی محض ظاہری طور پر آپ کے لیے پریشانی کا باعث ہے اور اس کی وجہ سے کوئی تکلیف یا درد نہیں ہے تو آپ علاج کے بغیر ہی آرام کر سکتے ہیں۔ لیکن اس حالت پر نظر رکھنا ضروری ہے، خاص طور پر جب یہ پیروں میں درد کا سبب بنتا ہے یا آپ کی روزمرہ سرگرمی کو محدود کرتا ہے کیونکہ ٹکنا نہ کیے جانے والا گاؤٹ بدتر ہو جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ، یہ پیروں کو نقصان پہنچا سکتا ہے، جس سے دیگر انگلیاں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ، پیروں کے نچلے حصے میں کالس، انگوٹھے کے ناخن کا اندر کی طرف بڑھنا یا انگوٹھے کے جوڑ کی نچلی جانب جلد کی سختی جیسے مسائل بھی کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ مسائل یکجا ہو کر چلنے، ورزش اور معمول کی سرگرمیوں کو مشکل بنا سکتے ہیں۔ اگر پیچیدگیاں کافی شدید ہو جائیں، تو وہ معذوری کا سبب بھی بن سکتی ہیں اور عمر رسیدہ افراد میں پیٹھے پڑنے والے رویے میں اضافہ کر سکتی ہیں۔ اس سے مصرف معیار زندگی میں کمی آتی ہے بلکہ دل کی بیماری، ٹائپ 2 ذیابطیس اور موٹاپے جیسے مسائل کے خطرات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ علاج نہ کیے جانے والے گنے پیروں کی دیگر پیچیدگیاں بھی پیدا کر سکتے ہیں، جیسے برسائیس اور میٹا ٹرسالجیا۔

آرام کیلئے کیا کر سکتے ہیں؟: اگر آپ کو پاؤں کے انگوٹھے کا جوڑ بار بار خراب لگتا ہوا نظر آنا شروع ہو تو ایسے اقدامات کیے جا سکتے ہیں جو چلنے اور کھڑے ہونے کو زیادہ آرام دہ بنا سکیں۔ مثلاً چوڑے پٹے والے جوتے پہنیں، پھیلے ہوئے جگہ کے پوئنٹ کرنے کے لیے جوتوں میں کشن لگائے جا سکتے ہیں یا بڑی اور دوسری انگلیوں کے درمیان اسپیسر رکھے جا سکتے ہیں۔ اگر درد برقرار رہتا ہے یا نقل و حرکت محدود ہو جاتی ہے تو معالج سے مشورہ کریں۔ وہ حالت کو بہتر کرنے کے لیے اضافی طریقے تجویز کر سکتا ہے جیسے: ☆ پاؤں کے کام کو کنٹرول کرنے میں مدد کے لیے آرتھوکس پہننا، ☆ پیر کی سیدھ کو بہتر بنانے کے لیے رات کو اسپلٹ پہننا، ☆ سوزش کو کم کرنے کے لیے برف لگانا، ☆ پاؤں کے مخصوص پٹھوں کو کھینچنے اور مضبوط کرنے کے لیے فزیکل تھراپی، جس میں اسٹامائسٹ تھراپی شامل ہو سکتی ہے، ☆ انسداد سوزش ادویات لینا یا اینٹی سوزش انجیکشن لگوانا۔ سخت صورتوں میں آپریٹنگ سب کچھ درد کو کم کرنے یا نقل و حرکت کو بہتر بنانے میں ناکام ہو جاتا ہے، تو ڈاکٹر پاؤں کی سرجری تجویز کر سکتا ہے۔ ●●

گوگل کا جی میل اور دیگر سروسز میں جیمنی اے آئی ماڈل متعارف

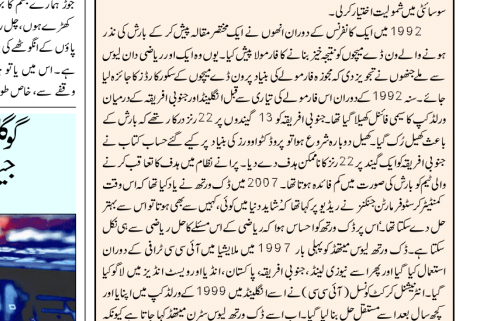

سرج انجن گوگل کی جانب سے آرٹیفیشل انٹیلی جنس (اے آئی) ٹیکنالوجی پر مبنی جیمنی سسٹم کو جی میل، گوگل ڈاکس، شیٹس اور سلائیڈز جیسی سروسز کا حصہ بنایا گیا۔ فیگی فی خبر رساں ایجنسی کے مطابق جی میل کے لیے اے آئی اسسٹنٹ جیمنی متعارف کرایا گیا ہے گوگل سرچ کے لیے جیمنائی 1.5 پرو ماڈل استعمال کیا جائے گا جو سائیڈ پینل میں چھپا ہوگا۔ گوگل کی جانب سے ایک بلاگ پوسٹ میں اعلان کیا گیا کہ جیمنائی کو جی میل اور دیگر سروسز کے نئے سائیڈ پینل کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔ کمپنی کے مطابق اے آئی ماڈل سے صارفین کو کافی مدد ملے گی۔ یہ نیا سائیڈ پینل پیشہ ور سروسز میں او پر دائیں کونے میں موجود سپارک بٹن پر کلک کرنے پر اوپن ہوگا اور صارفین جیمنائی سے مختلف سوالات پوچھ سکیں گے۔

بلاگ پوسٹ کے مطابق ایڈیٹ رائٹ اور آئی او ایس ڈیوائسز کے صارفین جی میل میں اے آئی ٹول کو ای میل تحریر ڈرٹ کے تجزیہ کے لیے استعمال کیا جا سکے گا اور سمری میں مخصوص نکات پائی لائٹ کیے جا سکیں گے۔ اس اپ ڈیٹ کا مقصد طویل ای میلز پڑھنے میں ضائع ہونے والے وقت کو بچانا ہے۔ گوگل کے مطابق جیمنائی کو متعارف کرانے کا سلسلہ 25 جون سے شروع ہوا اور یہ بتدریج تمام صارفین کو دستیاب ہوگا۔ ●●

تیز ترین سولر پینل متعارف

برطانیہ کی کمپنی نے سورج کی روشنی